مولانا ریاض الحسن نوری

# تاریخِ عُشر

نحمدہ و نستغفرہ و نصلّی علیٰ خاتم النبین و علیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

اما بعد!

## لا الٰہ الا اللہ قدیم ہے

اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ حج جو استطاعت پر منحصر ہے الگ کر لیا جائے تو باقی چار اس وقت سے چلے آرہے ہیں جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ زمانہ قبل تاریخ میں بھی انسان خدا کی وحدانیت پر ایمان رکھتا تھا۔ شرک بعد کی پیداوار ہے جس کی اصلاح کے لیے قدیم زمانے سے وقتاً فوقتاً پیغمبر آتے رہے اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ توحید ارتقائی عمل کی پیداوار ہے۔ جہاں تک نماز کا تعلق ہے، شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں بائیبل کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ پانچ نمازیں شروع سے چلی آرہی ہیں۔ پارسیوں کے دینی پیشوا زرتشت نے بھی دن میں پانچ مرتبہ عبادت کا حکم دیا۔ تیسرے رکن زکوٰۃ کے ایک حصہ یعنی عشر کی تاریخ ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب صدقات پر زور دیتے رہے ہیں۔ اسی پر چوتھے رکن یعنی روزہ کو بھی قیاس کر لیا جائے۔ پس اسلام اور اس کے ارکان بنیادی طور پر قدیم ہیں۔

## حمورابی اور عشر

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ارض القرآن میں حمورابی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا زمانہ ایک ہی تھا۔ گو جدید مورخین کے نزدیک اس کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ مارشل ڈنن ( Marcel Dunan ) کے ایڈٹ کردہ قدیم اور زمانہ وسطیٰ کے انسائیکلوپیڈیا کے مطابق حمورابی نے ۱۶۷۹ ق م میں ماری ( MARI ) کو فتح کیا ہے؟ [لہ]

ماقبل تاریخ کے اس مشہور بادشاہ کے متعلق ہاکز ( Hawkes. ) اور سر وولی ( Sir Woolley. ) کھدائیوں میں برآمد شدہ تختیوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

1. All agricultural taxes were paid in kind. Since they were not fixed, but rechoned on percentage basis they could only be assessed when the year's produce was ready to hand..........Theoretically the annual tax was ten percent of the produce, but the grower would seldom escaped so easily..........The actual payments might amount to a fifth or even to a half of the yield of the land. [عہ]

مذکورہ بالا حوالے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے تو عشر ہی مقرر کیا تھا لیکن بعد میں آنے والے آمروں اور فرعونوں نے عشر سے زیادہ وصول کرنا شروع کر دیا۔

---

لہ 1. ff 81, *Larousse Encyclopedia of Ancient and Medivial History*, printed in Singapore, 1968.

عہ 1. ff 628, *History of Mankind, Cultural and Scientific Development*, vol published by George Allen and Unwin Ltd., London 1967

## عشر ہمیشہ سے جاری ہے

جہاں تک حمورابی کا تعلق ہے تو وہ ایک انصاف پسند بادشاہ تھا اس نے اپنے قوانین ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے ہی اخذ کیے جن میں عشر سرفہرست تھا اور وہ پیداوار کا دسواں حصّہ ہی تھا گو بعد کے بادشاہوں نے زیادہ وصول کرنا شروع کر دیا۔

## حضرت موسیٰؑ اور عشر

کوہِ سینا پر جو احکام عشرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملے۔ ان میں عشر کا حکم بھی تھا:

"اور زمین کی پیداوار کی ساری دہ یکی (۱/۱۰ یعنی عشر) خواہ وہ زمین کے بیج یا درخت کے پھل کی ہو وہ خداوند کی ہے اور خداوند کے لئے پاک ہے۔" لہ

مصر سے ہجرت کے بعد بنی اسرائیل کو سال بہ سال کھیتوں کی پیداوار میں سے عشر ادا کرنے کا حکم ملتا ہے۔

"تو اپنے غلہ میں سے جو سال بہ سال تیرے کھیتوں میں پیدا ہو دہ یکی (عشر) دینا اور تو خداوند اپنے خدا کے حضور اسی مقام میں جسے وہ اپنے نام کے مسکن کے لئے چنے اپنے غلہ اور مے اور تیل کی دہ یکی کو اور اپنے گائے بیل اور بھیڑ بکریوں کے پہلوٹھوں کو کھانا کہ تو ہمیشہ خداوند اپنے خداوند کا خوف ماننا سیکھے۔" ٢ه

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ: زکوٰۃ ان عبادات میں سے ہے جو تمام

---

لہ احبار: ۲۷ : ۳

٢ه استثنا: ۱۴ : ۲۲ تا ۲۷

آسمانی صحیفوں میں فرض بتائی گئی ہے لیکن ان کے پیرؤوں نے اس فرض کو اس حد تک بھلا دیا تھا کہ بظاہر ان کے مذہبی احکام کی فہرست میں اس کا نام تک نظر نہیں آتا حالانکہ قرآن پاک کا دعویٰ ہے جس کی تائید سارے آسمانی صحیفوں نے کی ہے کہ جس طرح نماز مذہب کا جزو لاینفک تھی اسی طرح زکوٰۃ بھی ان سب کا لازمی جزو رہی۔ بنی اسرائیل سے خدا کا جو عہد تھا اس میں نماز اور زکوٰۃ دونوں تھیں۔ اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ (سورۃ بقرہ : ۱۰) اور لئن اقمتم الصلوٰۃ واتیتم الزکوٰۃ (المائدہ : ۳) حضرت اسماعیل کے ذکر میں ہے واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا وکان یأمر اھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربہ مرضیا (مریم : ۵۵)

واضح رہے کہ زکوٰۃ میں زکوٰۃ الزرع بھی شامل ہے جسے عشر کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اور بعد کے دور میں یہودی مذہبی رہنما عشر پر قبضہ کر لیتے اور غریب مذہبی عالموں کو کچھ نہ دیتے ہسٹورینز ہسٹری آف دی ورلڈ میں اس کا ذکر تفصیل سے موجود ہے [1] انجیل میں بھی ہمیں عشر کا ذکر ملتا ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمثیلی انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے زمانے میں فریسی عشر دیتے تھے :

"ایک فریسی ...... یوں دعا کرنے لگا کہ اے خدا میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں ...... میں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر

---

[1] V 175, *Historian's History of the World*, London, 1908

وہ یکی (عشر) دیتا ہوں" [1]

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور اُن کے دور میں فرضیت عشر و زکوٰۃ کا ثبوت قرآن میں بھی موجود ہے: واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیا (مریم: ۳۱)

**ہندوؤں میں عشر** | سندھ کی تاریخوں میں بلحاظ قدامت فتح نامہ عرف چچنامہ کے بعد تاریخ معصومی پہلی تاریخ ہے۔ اس میں عشر کے بارے میں یہ لکھا ہے:

"اِن اطراف کے ملکوں اور شہروں کا مالک و مختار اور صاحب اقتدار سیہرس رائے بن ساہسی ایک نیک نہاد اور انصاف پسند بادشاہ تھا........ ملکی معاملات کے لئے اس نے چار ضابطے مقرر کیے ضابطہ دوم کے تحت رعایا کو یہ ہدایت تھی کہ محصول یا عشر [2] میں سے جو واجب ہو طلب کیے بغیر تین قسطوں میں ادا کرتے رہیں گے"۔ [3]

---

[1] لوقا: ۱۸: ۱۱ تا ۱۳

[2] حاشیہ میں عشر کے متعلق مترجم تاریخ ہذا اختر رضوی فرماتے ہیں "یعنی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ جو بطور مالگزاری حکومت وصول کرتی تھی لیکن چونکہ مالگزاری کی یہ شرح (عشر. یعنی $\frac{1}{10}$) اسلام کی ایجاد کردہ ہے اس لیے سمجھ میں نہیں آتا کہ رائے ساہسی کے زمانے میں یہ اصطلاح کیوں کر رائج ہو گئی"۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ عشر آج سے چار ہزار سال قبل زمانہ قبل از تاریخ میں بھی لیا جاتا تھا۔ اس لیے سندھ و ہند میں اس اصطلاح کے رواج کو سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔

[3] معصومی: تاریخ معصومی مترجمہ اختر رضوی: ۱۲، ۱۴: مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء

## زکوٰۃ و عشر کی تدریجی تکمیل

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: جس طرح عام نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ میں آکر وہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچی اسی طرح زکوٰۃ یعنی مطلق مالی خیرات کی ترغیب تو ابتدائے اسلام سے ہی شروع ہوئی لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا........ اس کی مقدار نصاب سال اور دوسری خصوصیتیں جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد کو رفتہ رفتہ مناسب حالات کے پیدا ہونے کے ساتھ تکمیل کو پہنچیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام صرف دو لفظوں سے مرکب ہے۔ خدا کا حق اور بھائیوں کا حق۔ پہلے لفظ کا مظہر اعظم نماز ہے اور دوسرے کا زکوٰۃ[1]"

ہم اس پر یہ اضافہ کریں گے کہ زکوٰۃ میں عشر بھی شامل ہے جسے زکوٰۃ الزرع کہتے ہیں۔

واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔

(مزمل: ۲۰)

پس اگر عشر والی آیت یعنی اتوا حقہ یوم حصادہ (الانعام: ۱۴۱) مکہ میں نازل ہوئی تو تدریجی حکمت کی بنا پر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں علامہ محمود آلوسی حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرمان:-

یا ایھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم سے مراد سونا چاندی ہے اور وممّا اخرجنا لکم من الارض سے مراد دانے چھوارے اور وہ تمام زرعی پیداوار ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی من الحب والتمر وکل شئی علیہ الزکوٰۃ[2]

---

[1] سید سلیمان ندوی: سیرۃ النبی: مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۲ء

[2] روح المعانی: ۳: ۳۹ طبع لاہور

بات اصل میں یہ ہے کہ قرآن میں بعض چیزوں کا اجمالی ذکر ہے اور بعض کا تفصیلی چونکہ لوگ وضو گھر سے کر کے آتے تھے اس لیے وضو کا تفصیلی ذکر ہے لیکن نماز لوگ باجماعت مسجد میں پڑھتے تھے اس لیے اس کا ذکر اجمالی ہے کہ "لوگوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو" اسی طرح عشر کا حکم قرآن میں اجمالی طور سے ہے۔ عملی طور پر حکومت وصول کرتی تھی اس لیے تفصیل قولاً و عملاً سنّتِ نبوی سے واضح ہوئی۔ چونکہ مکّہ کی زمین زراعت کی زمین نہ تھی یہ حکم مجمل نازل ہوا کہ پیداوار کے وقت اس کا حق ادا کرو۔ جب باقاعدہ حکومت مدینہ میں قائم ہوئی اور زکوٰۃ کا حکم اترا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات زکوٰۃ وعشر کی تفسیر فرمادی۔ آج تک کوئی مفسر ان میں سے کسی آیت کو منسوخ نہیں مانتا۔ لیکن چند اصحاب نے، جو نسخ کے لفظ کو بہت وسیع اصطلاحی معنوں میں استعمال کرتے ہیں یہ کہا کہ اجمالی حکم کی جگہ چونکہ معین حکم آچکا ہے اس لیے اجمالی حکم منسوخ سمجھا جائے گا کوئی اپنی مرضی سے کھیتی کا حق معین نہیں کر سکتا بلکہ سنت کی متعین کردہ تفصیلات کے مطابق ہی یہ حق حکومت کو ادا کیا جائے گا۔ انفرادی ادائیگی مشروط ہے جیسا کہ مدینہ منورہ میں باقاعدہ حکومت کے قیام سے پہلے ہو سکتا تھا۔ نقدی کی زکوٰۃ تو شاید انفرادی طور پر نکالنے سے ادا ہو جائے لیکن مویشیوں اور کھیتیوں کی زکوٰۃ کا فرض حکومت کو دینے ہی سے ادا ہوگا اِلَّا یہ کہ کوئی اسلامی حکومت موجود نہ ہو۔ اس دَور میں مدینہ منورہ میں نقدی یعنی سونا چاندی کا رواج برائے نام تھا زیادہ تر بارٹر (مال کے بدلے مال) کا نظام چلتا تھا۔ پس جب زکوٰۃ کی آیات نازل ہوئیں تو ان کا زیادہ تر ہدف کھیتی اور مویشی تھے۔ کیونکہ انہی دو پر عربوں کے اموال مشتمل تھے یہی وجہ ہے کہ مشہور مرفوع احادیث میں خون بہا کی مقدار نقدی میں بیان نہیں کی گئی جیسے کہا گیا کہ دیت سو اونٹ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب رومی سکوں کا رواج مدینہ میں بھی ہو گیا تب بھی

دیت کی بنیاد وہی سوا ونٹ رہی الغرض قرآن میں جہاں بھی فرض زکوٰۃ یا صدقہ خیرات کا ذکر ہے تو اس سے مراد زیادہ تر زرعی پیداوار اور مویشی ہی ہیں[1]۔ یہ غالباً اسی وجہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکاری طور پر زیورات کی زکوٰۃ کم ہی وصول کی یہاں سے شوافع کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ زیورات پر زکوٰۃ ہی نہیں۔

## سیم وزر اور عشر و مویشیوں کی زکاۃ کا فرق

یہ اصول کہ عشر ہی زکوٰۃ الزرع کا دوسرا نام ہے قرآن پاک سے ثابت ہے۔ اب ہم بعض ایسی دلیلوں کا ذکر کریں گے جن سے ثابت ہوگا عشر و مویشیوں کی زکوٰۃ سیم وزر کی زکوٰۃ سے اہم ہے۔ دونوں میں یہ فرقِ مراتب مختلف روایات سے عیاں ہے۔ کتاب الاموال میں ابو عبید بہت سارے آثار اس سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ سیم وزر اور مالِ تجارت کی زکوٰۃ لوگ خود بھی نکالتے رہے اور خلفاء کو بھی دیتے رہے لیکن ان کے نزدیک زرعی پیداوار اور مویشیوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی صرف حکومت کو ہی ادا کرنے کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ اپنے طور پر دینے سے فرض پورا نہ ہوگا بلکہ دوبارہ حکومت کو ادا کرنا پڑے گی ورنہ فرض سر پہ باقی رہے گا[2]۔

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عشر

مشہور تاریخ طبری میں ۹ھ کے

---

[1] سیر الانصار : ج ۱ : ص ۷۳ : مؤلفہ سعید صاحب مطبوعہ اعظم گڑھ میں لکھا ہے کہ مدینہ میں سکہ رائج الوقت کوئی نہ تھا۔ بارٹر سسٹم ہی ذریعہ تجارت تھا۔

[2] ابو عبید : کتاب الاموال : ۶۸۵ : مطبوعہ قاہرہ مع تعلیق محمد خلیل ہراس ۱۹۶۹ء۔

حالات کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؐ نے باقاعدہ محصلین زکوٰۃ تمام علاقوں میں بھیجے جنہوں نے عشر اور مویشیوں کی زکوٰۃ سرکاری طور پر وصول کی۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں عشر و صدقات کے لئے عمال بھیجنے کا ذکر ۱۰ھ کے تحت کیا ہے۔ اسی ضمن میں سُہیلی اس طرح رقمطراز ہیں۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر گاؤں اور ہر ہر قریہ کی طرف اپنے عمال عُشر اور مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجے"[1]

ابنِ قیمؒ نے عمال عشر کی روانگی کے مہینہ تک کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف وغیرہ سے مدینہ واپس لوٹے تو لوگوں سے صدقات (عشر و مویشی کی زکوٰۃ ) وصول کرنے کے لیے محرم ۹ھ میں مختلف مُصَدِّقین روانہ کیے۔ پس آپؐ نے عیینہ بن حسن کو بنی تمیم، یزید بن الحسین کو اسلم اور غفار، عباد بن بشیر الاشہلی کو سلیم اور مزینہ، رافع بن مکیث کو قبیلہ جہینہ، عمرو بن العاص کو بنی خزارہ، ضحاک بن سفیان کو بنی کلاب، بشیر بن سفیان کو بنی کعب، اور ابن اللتبیہ الازدی کو بنی ذُبیان کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں تاکید کی کہ لوگوں کے اعلیٰ اموال لینے سے پرہیز کریں یعنی اچھا مال چھانٹنے نہ بیٹھ جائیں۔ جب ابن اللتبیہ واپس آئے تو آپؐ نے اسی طرح کے طرزعمل پر اس کا محاسبہ بھی فرمایا[2]

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مہاجر بن ابی امیہ کو صنعاء کی طرف بھیجا گیا تھا یہ ابھی وہیں تھے کہ عنسی نے خروج کر دیا۔ مالک بن نمیرہ کو بنی حنظلہ اور حضرت علی نجران سے

---

[1] سہیلی: الروض الانصف: ۲۲۶:۷۸ - مطبوعہ مصر۔

[2] ابن قیمؒ: زاد المعاد: ۲ : ۲۰۵ : مطبوعہ مصر ۱۹۵۰ء۔

صدقات اور جزیہ وصول کرنے پر مامور کیے گئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ وصول کرنے کا طریقہ نہایت عمدہ اور حسب حالات تھا۔ آپ نے اس کی کمیت اور نصاب خود مقرر فرمایا اور وجوب و قیود کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ مصارف بھی خود طے کیے۔ حدیہ کہ عشر و زکوٰۃ کی مصلحتیں بھی کھول کھول کر بیان فرمائیں یعنی اس میں مالداروں اور غریبوں کے لیے کیا کیا فوائد مضمر ہیں۔

ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ کی سنت یہ تھی کہ زکوٰۃ لینے کے مستحق کو تو فوراً دلوادیا کرتے لیکن اگر آپ کو اس کا حال معلوم نہ ہوتا تو وضاحت کر دیتے کہ زکوٰۃ میں غنی یا ایسے صحت مند کا کوئی حصہ نہیں جو کسب پر قادر ہو۔ دوسرے آپؐ اس اصول کو پیش نظر رکھتے کہ جہاں سے عشر و زکوٰۃ وصول ہوئی ہو وہیں کے مستحقین میں تقسیم کر دی جائے۔

توخذ من اغنیاءهم وترد علی فقرائهم۔

اگر اس کے بعد کچھ بچ رہتا تو اسے مدینہ منورہ کے بیت المال میں بھجوانے کا بندوبست کیا جاتا۔ پھر آپؐ اسے بدستِ خود تقسیم فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ اپنے عاملین زیادہ تر دیہاتوں ہی کی طرف بھیجا کرتے تھے۔ پس آپؐ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا تو فرمایا کہ وہاں کے لوگوں سے عشر و صدقات وغیرہ وصول کر کے انہیں کے فقیروں میں تقسیم کر دیں ........ جناب اقدس صلے اللہ علیہ وسلم خارص (اندازہ لگانے والے) بھی بھیجا کرتے تاکہ وہ یہ اندازہ لگائیں کہ کھجوروں کے مالکان کی پیداوار وسق کے حساب سے کتنی ہوگی۔ اور اس پر زکوٰۃ (عشر) کتنی بنے گی۔ آپؐ خارص کو یہ بھی فرماتے کہ حساب لگاتے وقت آسانی

کے لیے پیداوار میں سے ربع یا ثلث منہا کر لیا کریں یعنی عشر کا پھلوں (ثمار) کے کاٹنے یا اتارے جانے سے پہلے حساب کر لیا جاتا تاکہ لوگ اس میں سے کھا پی سکیں۔ ...... آپؐ کا طریقہ گھوڑوں، خچروں، گدھوں، غلاموں یا سبزیوں، تربوزوں اور تازہ پھلوں سے عشر و زکوٰۃ وصول کرنے کا نہ تھا۔ یعنی ایسی اشیاء جو ناپی نہ جا سکتی ہوں اور قابل ذخیرہ اندوزی نہ ہوں انہیں بطور عشر و زکوٰۃ وصول نہ کیا جاتا تھا سوائے انگوروں اور پکی کھجوروں کے کہ آپؐ ان دونوں اشیاء کو بطور زکوٰۃ وصول کر لیتے اور ان میں جو خشک کر لی جاتی تھیں (چھوارے، کشمکس منقہ) اور انہیں جو خشک نہیں کی جا سکتی تھیں کوئی فرق روا نہ رکھتے چاہے کوئی انہیں خشک کر کے کشمش یا چھوہارے بنالے یا تازہ ہی بیچ دے۔[1]

پس قیاس کہتا ہے کہ باقی اثمار کو بھی جو ان کے مشابہ ہیں ان کے مثل قرار دے کہ عشر وصول کیا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ ابن قیمؒ نے کھجوروں اور تازہ انگوروں پر لیے جانے والے جس عشر کا ذکر کیا ہے اس پر اجماع عام ہے۔ ان دونوں پھلوں پر قیاس کرتے ہوئے وہ تمام میوے جن کو خشک کر کے ذخیرہ کیا جا سکتا ہے مستثنیٰ نہ ہوں گے مثلاً خوبانی، انجیر، ناریل، پستہ بادام، آلو بخارے شہتوت وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہ وغیرہم کے اِس مسلک کو کہ خضروات یعنی تازہ سبزیوں وغیرہ پر عشر نہیں امام بخاری نے ...... ناقابل اعتبار اور امام ترمذی نے ضعیف کہا ہے۔

## فقہ جعفریہ میں عشر

فقہ جعفریہ کی جس روایت میں "فوقع" کا لفظ استعمال کیا گیا ہو اس سے مراد فرمان جاری کرنے کے

---

[1] ابن قیمؒ: زاد المعاد: ۱: ۱۴۹: ۱۹۵۰ء مصطفٰے البابی مصر

یں امام ابوعبداللہ علیہ السلام جعفر صادق نے عشر کے سلسلے میں جو فرمان جاری کیا
اسے امامیہ زیدیہ اور حنفیہ سب اہم تسلیم کرتے ہیں ویسے بھی جس فرمان کو امام جعفر
صادق علیہ السلام جاری کریں اس سے کسی مسلمان کو مفر نہیں چاہے وہ سنی ہو یا
شیعہ۔ فرمان کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"وساوی ایضاً عن ابی عبد اللہ (امام جعفر صادق) علیہ
السلام انہ قال: کل ما دخل القفیز ھو یجری
مجری الحنطۃ والشعیر والتمر والزبیب قال
فاخبرنی جعلت فداک ھل علیٰ ھذا الارز
وما اشبہ من الحبوب من الحمص والعدس
الزکوٰۃ؟ فوقع علیہ السلام: صدقوا الزکوٰۃ
فی کل شئ کیل"

یعنی امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شئے بھی کسی پیمانے
میں ڈالی جا سکے جیسے گندم، جو، چھوہارے، منقہ (اس پر عشر ہے) سائل
نے پوچھا کیا چاولوں جیسی اشیاء پر بھی جو دانوں کے مثل ہوتی ہیں جیسے چنے
ماش وغیرہ؟ امام نے جواب میں فرمان سنا دیا کہ ہر اس شئے پر زکوٰۃ (عشر) ادا
کرو جو ناپی یا تولی جا سکتی ہے۔

اسی باب کی ایک روایت ملاحظہ ہو!

"حریض عن زرارۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
مثلہ وقال: کل ما کیل بالصاع وبلغ خمسۃ
اوساق فعلیہ الزکوٰۃ وقال جعل رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ فی کل شئ
انبت الارض الا ما کان فی الخضر والبقول
و کل شئ یفسد من یومہ"

(یاد رہے زرارہ، امامیہ کے ان چھ فقہاء میں اوّلین مقام رکھتے ہیں۔
جو اصحاب امام باقر و اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام کے خاص
شاگردوں میں ہے۔)

یعنی ارشاد فرمایا کہ جو چیز بھی صاع سے ناپی جا سکتی ہو اور اس کی مقدار ۵ اوساق
کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ (عشر) ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے
مطابق ہر وہ چیز جو زمین سے پیدا ہوتی ہو سوائے ایسی سبزیوں اور ترکاریوں کے
جو فوراً ہی باسی اور خراب ہونا شروع ہو جاتی ہیں، سب پر عشر ہے [۱]

بحر الذخار کے مصنف مشہور زیدی شیعہ عالم کے فرمان کے مطابق عموم آیات
قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ زمین سے جو
چیز نکلتی ہے سوائے گھاس پھوس کے، سب پر عشر ہے [۲]

اس ضمن میں شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی کی روایت بھی دیکھ لی جائے:

"فاما ما رواہ محمد بن یعقوب عن علی بن ابراھیم
عن ابیہ عن حماد بن عیسٰی عن حریض عن محمد
بن مسلم، قال: سألت علیہ السلام عن الحرث

---

[۱] الزرکشی: رجال الکشی: ۲۰۶ مطبوعہ کربلا۔

[۲] احمد بن یحیٰ بن المرتضیٰ: کتاب الذخار: ۳: ۱۶۹ طبع بیروت ۱۹۷۵ء

مایزکی منہ واشباھہٗ؟ فقال: البر والشعیر والارز، والدخن والذرۃ والسلت والعدس والسمسم کل ھذا یزکی واشباھہ۔

مذکورہ بالا روایت میں صاف صاف بیان ہوا ہے کہ ان آٹھ اشیاء یعنی گندم، جو، مکئی، باجرہ، چاول، وغیرہ اور ان کی مثل جو بھی ہوں ان سے زکوٰۃ لی جائیگی۔

## نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاملین کو ہدایت

حاکم اپنی سند سے مستدرک میں روایت کرتے ہیں:۔

"عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والبعل والسیل العشر وفیما سقی بالنضح نصف العشر وانما یکون ذالك فی التمر والحنطۃ والحبوب واما القثاء والبطیخ والرمان والقصب فقد عفا عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"[1]

یعنی معاذ بن جبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو پیداوار بارش، نہر وغیرہ سے سیراب ہو یا وہ درخت جو زمین سے اپنے لیے پانی خود کھینچ لیتے ہیں یعنی آب پاشی سے بے نیاز ہیں تو ان کی پیداوار کا تو عشر یعنی $\frac{1}{10}$ لیا جائیگا۔ اور جو کنوئیں رہٹ وغیرہ سے سیراب ہوں اس کا نصف عشر ($\frac{1}{20}$) وصول کیا

---

[1] حاکم المستدرک ۱: ۴۰۱؛ مطبوعہ ریاض ص ب ۲۶ ۵ اس حدیث کو ذہبی نے بھی تلخیص المستدرک میں حاکم کی تائید کرتے ہوئے صحیح کہا ہے۔

جائے گا یہ حکم کھجور، گندم اور دانوں کا ہے جہاں تک ککڑی، انار اور سرکنڈوں کا تعلق ہے تو ان کا عشر آپؐ نے معاف فرما دیا۔

مطلب یہ ہے کہ احادیث میں تو مثال کے لیے گنتی کی چند نمائندہ چیزوں کا ذکر ہے اب باقی سب کچھ کو انہی پر قیاس کر لیا جائے۔

## مکتوباتِ رسولؐ جن میں عُشر کا ذکر ہے

### ۱۔ اہل یمن کی جانب

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس خط کو مفصلاً نقل کیا ہے:۔

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی اہل الیمن وھذہ نسختھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم الی شرحبیل بن عبد کلال والحارث بن عبد کلال ونعیم بن عبد کلال قبل ذی رعین ومعافر وھمدان اما بعد قد رجع رسولکم واعطیتم من الغنائم خمس اللہ وما کتب علی المؤمنین من العشر فی العقار ما سقت السماء او سیحا او بعلا ففیہ العشر اذا بلغ خمسۃ اوسق وما سقی بالرشاد والدلو ففیہ نصف العشر اذا بلغ خمسۃ اوسق[1]

مذکورہ بالا خط میں صاف لکھا ہے کہ آسمانی پانی سے سیراب ہونے والی زرعی پیداوار کا عشر لیا جائے گا اور کنوئیں کے پانی سے نصف عشر۔ اس میں سبزی ترکاری پر عشر کی معافی کا کوئی ذکر نہیں۔ الاموال لابن زنجویہ میں الفاظ یوں ہیں:

[1] ابن حبان، موارد الظمان الی زوائد ابن حبان: ۲۰۲ مطبعۃ سلفیۃ۔

کتب رسول اللہ ........ ان فیما سقت السماء او سقی غیلا العشر و فیما سقی بالغرب نصف العشر[1]

## ۲۔ اہل عمان وبحران کی طرف

من محمد النبی رسول اللہ لعباد اللہ الاسبذین ملوك عمان و اسبذ عمان من کان منہم بالبحرین انہم ان امنوا، و اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطاعوا اللہ ورسولہ واٰتوا حق النبی ولنسکوا نسك المسلمین فانہم اٰمنون ان لہم ما اسلموا علیہ غیران مال بیت المال شیئا للہ وان عشور التمر صدقۃ و نصف عشور للحب وان للمسلمین نصرھم ونصحھم ........[2]

علیٰ ہذا القیاس عشر کے بارے میں اسی سے ملتی جلتی باتیں آپ کے دوسرے خطوط میں بھی موجود ہیں۔ تفصیلات کے لئے ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ کے مندرجہ ذیل صفحات کی طرف رجوع کیا جائے۔

صفحہ ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۸۱ وروی نحوہ عبد الرزاق، المصنف ۴ ۱۳۶، ودارقطنی وغیرہم۔

اور بھی کچھ خطوط ڈاکٹر موصوف کی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۸۵، ۲۱۷ پر بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے جتنے بھی خطوط نقل کیئے ہیں کسی ایک میں بھی سبزیوں پر سے عشر کی معافی کا کوئی ذکر موجود نہیں۔

## حضرت ابو بکرؓ کے دور میں عشر

جناب خورشید احمد فارق نے حضرت ابو بکر صدیق کے شروع

---

[1] ڈاکٹر حمید اللہ: مجموعۃ الوثائق سیاسیۃ، ۵۰، ۱۷۹، مطبوعہ بیروت ۱۹۶۹ء یہ خط کثیر طرق سے مروی ہے

[2] الدکتور محمد حمید اللہ، مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ: ۶۶ طبع بیروت

ے دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"ہجرت کے چند سال کے اندر اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے لمبے
ڑے ملک میں اسلام کی دعوت پہنچا دی اور تعلیم قرآن کی بنیاد رکھی۔ ذہنی انقلاب کا کام
ھی ابتدائی منزلوں میں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا...... اُن کے
نتقال سے جیسے آتش فشاں پھٹ نکلا قریش، ثقیف اور چند دوسرے چھوٹے قبیلوں
و چھوڑ کر جزیرہ نما کے پیشتر عربوں نے یا تو زکوٰۃ روک لی یا مرتد ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے محصل زکوٰۃ اور معلم قرآن اپنے اپنے صدر مقاموں سے واپس چلے آئے۔
سلام سے بغاوت کے کئی اسباب تھے:

۱۔ نئے مذہب کی اخلاقی اور اجتماعی پابندیوں سے انحراف۔

۲۔ زکوٰۃ سے بددلی۔

۳۔ قبائلی اکابر کی اپنے اقتدار میں کمی اور مدینہ منورہ کی ماتحتی سے ناگواری.........

سرکاری آمدنی جو زکوٰۃ کی شکل میں آتی تھی بہت کم ہوگئی......... ان مخالف
قبیلوں کا ایک وفد مدینہ آیا اور شہر کے ممتاز صحابہ سے کہا کہ ہم زکوٰۃ[1] نہیں دے
سکتے۔ نماز ادا کر سکتے ہیں....... اگر زکوٰۃ معاف نہیں کی گئی تو ہم لڑینگے.......
مگر ابوبکر صدیقؓ اس معاملہ میں کسی کی بات سُننے کو تیار نہ ہوئے اور کہا کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ معاف نہیں کی تو میں بھی نہیں کروں گا۔ ان لوگوں
نے اگر زکوٰۃ کے اونٹ کی رسّی تک بھی روکی تب بھی میں ان سے لڑوں گا..."

---

[1] اسلاف کی کتابوں میں جہاں بھی زکوٰۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس میں زکوٰۃ الزرع (عشر) بھی
شامل ہوتا ہے۔

اور انہوں نے خالد بن ولید اور دوسرے سالاروں کو باغیوں کی سرکوبی کیلئے بھیجا۔[۵۱]

مذکورہ بالا اقتباس سے ہمارا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ خلیفہ اوّل کے زمانے میں بھی ملک کی ایک اکثریت نے عشر اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ اور دوسرے اکابر صحابہ کی اِس رائے کو مسترد کر دیا کہ نماز پڑھنے والے اور عشر و زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمانوں سے نرمی روا رکھیں۔ ان کی اسی ثابت قدمی اور اولوالعزمی نے اسلام کی ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کو بھی ان سے سخت سُست سُننا پڑا۔ ایک طرف اکیلے حضرت ابو بکرؓ تھے اور دوسری طرف اکابر صحابہ کی کثیر جماعت اور مدینہ کے عوام لیکن خلیفہ اوّل نے عشر و زکوٰۃ کے قرآنی احکام پر بلا خوف و جھجک عمل کیا اور ہمیشہ کے لیے رائے عامہ و کثرت رائے پر قرآن و سنّت کی اٹل برتری کے وجوب کی بنیاد رکھ دی۔

مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی سرکوبی کے بعد خلیفہ اوّل نے باقاعدہ محصلین زکوٰۃ بھیجے اور دیکھ بھال کر عامل مقرر فرمائے مثلاً انہوں نے حضرت انسؓ کو بحرین کا افسر صدقات بنانا چاہا تو حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا انہوں نے حضرت انسؓ کی ہوشیاری اور دیانتداری کی تعریف کی چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کو بحرین کا عامل زکوٰۃ و عشر بنا کر بھیج دیا۔[۵۲]

## خلیفۂ اوّل کی اپنے جانشین کو ایک اہم وصیت

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو جو وصیتیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو شخص زکوٰۃ خلیفہ کے مقرر کردہ عامل کے علاوہ کسی اور کو دے گا تو اس کا کوئی صدقہ مقبول نہ ہوگا۔

---

۵۱ خورشید احمد فارق: تاریخ ردۃ: ۱۲ تا ۱۸؛ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۶۳ء

۵۲ سید احمد انصاری: سیر الانصار ا: ۱۲۸ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۸ء

چاہے ساری دُنیا صدقہ میں کیوں نہ دے دے[۱]

ابن سیرین فرماتے ہیں کہ صدقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عاملوں کو ہی دیا جاتا جب خلیفہ ثالث شہید کر دیئے گئے تو لوگ مختلف الرائے ہو گئے بعض کا خیال تھا کہ صدقہ سرکاری عمال کو ہی دیا جائے اور بعض اسے اپنے طور پر تقسیم کر دینے کے حق میں تھے۔

شاہ ولی اللہؒ مزید لکھتے ہیں ؛ امام شافعی نے فرمایا :۔ میں نے بعض ایسے اصحاب کو جو پانچ اوساق کے قائل نہیں یہ کہتے سُنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کے دور میں عام طور پر اور زمانہ مابعد میں طویل عرصہ تک صدقات وصول کیئے جاتے رہے۔ لیکن کسی روایت میں یہ نہیں کہ کسی نے یہ کہا ہو کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں بجز ابوسعیدؓ الخدری کے۔ جن کی روایت کے بارے میں امام شافعی کا قول ہے کہ صحیح روایت ہے۔ یہ روایت حضرت جابر سے بھی مروی ہے جو عمرو بن حزم کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ گو ائمہ میں سے کسی سے منقول نہیں کہ یہ حدیث ان کے زمانے میں ظاہر ہوئی اور انھوں نے اس میں کلام کیا۔ مَیں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں" بلکہ مالک نے ابوسعید کی روایت کی بنا پر اس کو اہل مدینہ کی سُنّت قرار دیا"[۲]

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ شاہ صاحب کے اس اقتباس کے بعد یہ ابہام رفع ہو جانا چاہیے کہ اولین چاروں خلفاء اور پانچویں خلیفہ راشد امام حسن رضی اللہ عنہم کے دور میں عشر کے سلسلہ میں کسی اختلاف کا ذکر ملتا ہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ کی

---

[۱] شاہ ولی اللہ : ازالۃ الخفاء مترجم : ۲ ، ۳۶۹ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] ایضاً ۳۶۶ و ۳۶۷

شہادت کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی کے متعلق جو اختلاف پیدا ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ عوام حضرت علیؓ کو عشر و زکوٰۃ دینا تو پسند کرتے تھے مگر بعض علاقوں پر کبھی بنی امیہ اور کبھی خوارج غالب آجاتے تھے اور عوام اس سوچ میں پڑ جاتے کہ انہیں دینے سے ان کا فرض ادا ہو جائے گا یا انہیں دوبارہ اپنے طور پر عشر و زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ عوام کی اس الجھن کو ابو عبید نے اس طرح بیان کیا ہے۔

......... ابن شہاب سے پوچھا گیا کہ اگر حروریہ (خوارج) ہم سے زکوٰۃ کاٹ لیں تو کیا فرض پورا ہو جائے گا انہوں نے جواب میں ابن عمرؓ کی یہ رائے بیان کردی کہ فریضۂ زکوٰۃ تو اس طرح سے ادا ہو جائے گا۔ واللہ اعلم اسی ضمن میں اہل عراق یا ان میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ اگر خوارج زکوٰۃ لینے کسی کے گھر پہنچ جائیں اور وصول کر لیں تو فریضہ تو ادا ہو ہی جائے گا لیکن اگر زکوٰۃ دینے والا خود ہی ان کے پاس چلا جائے تو فرض پورا نہ ہوگا۔ مزید حضرت نافع فرماتے ہیں کہ انصار نے ابن عمر سے یہی سوال پوچھا تو آپ نے کہا کہ اُن (حاکم) کے عمال کو دے دو اس پر انہوں نے وضاحت طلب کی کہ کبھی اہل شام غالب آجاتے ہیں اور کبھی خوارج تو آپؓ نے فرمایا ان میں سے جو غالب آجائے اسی کو دو۔[1]

(ظاہر ہے یہ سوال خلافتِ راشدہ کے بعد اس دور میں اٹھایا گیا جب خوارج اور بنو امیہ میں جنگ چل رہی تھی)

تاریخ ایران میں خلفائے راشدین کے متعلق لکھا ہے:۔ زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ عشر کہلاتا تھا جو زمینداروں سے وصول کیا جاتا تھا۔[2]

---

[1] ابو عبید، کتاب الاموال: ص ۶۸۷ و ۶۸۸ طبع مصر ۱۹۷۶ء

[2] پروفیسر مقبول احمد بدخشانی: تاریخ ایران: ۲: ۲۳، مطبع ترقی ادب لاہور ۱۹۷۱ء

## بنی اُمیہ کے دَور میں عشر

بنی امیہ کے دَور میں عشر اور زکوٰۃ حکومت وصول کرتی تھی البتہ لوگ زکوٰۃ بنی امیہ اور اُن کے عمال کو دینا پسند نہ کرتے تھے بعض کہتے کہ زکوٰۃ ہر حال میں حاکموں کو دی جائے بعض اس کے خلاف تھے دوسرے بنی امیہ کے حاکم بعض اوقات مشرکین کو بھی زکوٰۃ کی وصولی پر مامور کر دیتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے جو صحت کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

........عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابن سیرین قال: جاء ابن عمر رجلٌ یسئلہ عن زکوٰۃ مالہ فقال، ادفعھا الی سلطان، قال: ان امراء نادھاقین قال ما الدھاقین؟ قال من المشرکین، قال: فلا تدفعھا الی المشرکین [1]

یعنی حضرت ابن عمرؓ کا عام مسلک تو یہی تھا کہ عشر و زکوٰۃ حتی الوسع حکومت کو ہی ادا کی جائے لیکن وہ کم از کم اتنی وسعت کے اس حال میں قائل نہ تھے کہ حکومت یا اس کے کارندے مشرک ہوں اور وہ اِس مال کو حرام کاموں میں خرچ کریں بعض روایات میں ہے کہ آپ زکوٰۃ ہر حال میں حکومت ہی کو دینے کے قائل تھے چاہے اس کے ارکان دستر خوانوں پر کتوں کا گوشت کھائیں لیکن حکام کا ذکر اس طرح کرنا انتہائی نازیبا ہے اور ابن عمر سے اس کی نسبت مشکوک ہے۔

بہر حال بنو اُمیہ کے مالی وسائل، "تاریخ ایران" کے مصنف کی تحقیق

---

[1] عبد الرزاق: المصنف: ۴: ۴۷ طبع بیروت ۱۹۷۲ء

کے مطابق یہ تھے :

۱ : خمس : مال غنیمت اور محصولات کا پانچواں حصہ
۲ : زکوٰۃ : مال کا اڑھائی فیصد :
۳ : عشر : زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ۔
۴ : جزیہ : غیر مسلموں کا ٹیکس جو فوجی خدمات سے مستثنیٰ ہونے کی بنا پر اُن سے وصول کیا جاتا تھا۔
۵ : خراج : غیر مسلم زمینداروں کی زمین کا لگان : البتہ اگر مسلمان ہو جائیں تو صرف عشر لیا جاتا تھا۔

## حضرت عبداللہ بن زبیر کے دَور میں عشر

حضرت عبداللہ بن زبیر کے دورِ خلافت میں مسلمان انہی کو عشر دیتے رہے اور اس پر کسی نے اعتراض نہ کیا بلکہ ابن عمرؓ نے یہ فتویٰ دے دیا کہ اگر عشر بدستِ خود تقسیم کیا گیا تو خدا کے ہاں مقبول نہ ہو گا۔ عبدالرزاق ابن جریر کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نے جب یہ کہا کہ مَیں عبداللہ بن زبیر کو اس لیے عشر نہیں دوں گا کہ وہ اس سے گھوڑوں کو چارہ اور غلاموں کو کھانا کھلائیں گے اس سے شاید اسے یہ اندیشہ تھا کہ یہ رقم بنوامیہ کے خلاف استعمال ہو گی لیکن ابن عمرؓ نے واضح طور پر اسے جتلا دیا کہ خود چاہے جتنی رقم فقراء میں تقسیم کرتے پھرو فرضیّتِ عشر ادا نہ ہو گی جب تک اسے حکام تک نہیں پہنچاؤ گے [1]

---

[1] عبدالرزاق ، المصنف : ۴ : ۴۵

**خراجی زمینیں** حضرت عمرؓ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان کھیتی باڑی میں پڑ کر جہاد سے غافل ہو جائیں اس لیے انہوں نے عراق کی خراجی زمینوں کی خریداری پہ پابندی لگا دی دوسرے یہ مسئلہ بھی تھا کہ اگر کوئی مسلمان خراجی زمین خرید لے یا ٹھیکہ و پٹہ پہ لے کر خود کاشت کرے یا کروائے تو کیا اسے خراج اور عشر دونوں ادا کرنے ہوں گے یا ان میں سے صرف ایک ابن حزمؒ مالک، شافعی، امام احمد، اوزاعی، ابن مبارک وغیرہم سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسے دونوں ہی ادا کرنے ہوں گے صرف حنفیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے ذمے ایک ہی قسم کی دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ البتہ وہ مساکین کے فائدے کے لیے عشر کی بجائے خراج کے قائل تھے کیونکہ یہ رقم عشر سے بہرحال کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ حنفیوں کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں پر برداشت سے زیادہ بوجھ بھی نہیں پڑے گا اور غریبوں کا بھی بھلا ہوگا لیکن باقی تینوں ائمہ اور ابن حزم شدت سے اس موقف کے خلاف ہیں ان کے خیال میں محض ابو حنیفہ کی رائے کی وجہ سے قرآن کے حکم کو معطل نہیں رکھا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں ابن حزم کے دلائل نہایت عمدہ ہیں، فلیراجع۔

اس کے برعکس حنفیوں کا اصرار ہے کہ وہ قرآن کے حکمِ عشر کو ہرگز معطل نہیں کرتے بلکہ خراج کے نام سے اس سے کہیں زیادہ رقم غرباء کی بہبود کے لئے وصول کروانا چاہتے ہیں۔ نیز وہ ایک ناقابلِ اعتبار حدیث بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں لیکن وہ اس قدر معیاری نہیں کہ اتنے بڑے مسئلے کے لیے دلیل بنائی جا سکے اصل میں خلفائے راشدین نے ہمیشہ اور ہر حال میں مسلمانوں سے عشر ہی وصول کیا اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے تو ان سے عشر اور خراج دونوں ہی جارج کیے۔ ابن

ابی عبلہ کہتے ہیں کہ خود مجھ سے ان کی حکومت میں خراج اور عشر دونوں وصول کیے جاتے رہے ہیں[1]

عمر بن عبدالعزیز کا کہنا تھا کہ خراج زمین پر واجب ہوتا ہے جبکہ عشر پیداوار پر اس لیے دونوں ایک دوسرے کے کیسے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ ابو عبید نے صحابہ تابعین اور فقہاء کی ایک کثیر تعداد کے حوالے دیئے ہیں جو اسی رائے کے قائل تھے، فلیراجع[2]

لیث بن سعد اگرچہ عشر اور خراج کی جمع کے قائل نہ تھے لیکن خود ان کے قبضہ میں جو زمین تھی وہ اسکا عشر اور خراج دونوں ادا کرتے تھے۔ بہرحال مطابقت کی ایک صورت یہ ہے کہ عشر تو قرآنی حکم ہے، بہرحال رہے گا البتہ خراج میں حکومت جتنی چاہے کمی کر سکتی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اسلام کی اشاعت میں مدد ملے گی اگرچہ بیت المال کو تھوڑا بہت نقصان بھی ہوگا۔ ہندوستان کے مفتوحہ علاقوں میں یہی طریقہ بروئے کار لایا گیا۔ لیکن بنو امیہ نے عراق و مصر میں اسے درخور اعتنار نہ سمجھا اور نومسلموں سے خراج اور عشر دونوں وصول کرتے رہے۔ بنو عباس کے دور میں جب ابو یوسف قاضی بنے تو انہوں نے اس اہم مسئلہ پر خصوصی توجہ دی اور درمیانی راستہ اختیار کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم اس ذمی سے جو مسلمان ہو جائے گا عشر کی بجائے صرف خراج لیں گے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عشر تو مسلمانوں کا اصل فریضہ ہے اس لیے انہوں نے عشر اور خراج کے مجموعہ کو خراج کا نام دے دیا جس

---

[1] ابو عبید: کتاب الاموال: ۱۴۰: مطبوعہ دارالفکر قاہرہ ۱۹۷۹ء

[2] ایضاً: ۱۱۶۔

میں واجب عشر اور واجبی خراج دونوں شامل ہوتے گویا نومسلموں سے عشر تو پورا پورا لیا گیا لیکن خراج کا صرف ایک رعایتی حصّہ جس سے نومسلموں پہ مالی بوجھ بھی کم سے کم پڑتا اور فریضۂ عشر بھی ادا ہو جاتا اور اس طرح لوگوں کے لیے اسلام لانے میں کم از کم مالی بالکل رکاوٹ نہ بنتا۔

اس لیے وہ لوگ جو جمہور فقہا کے خلاف اس پہ مصر ہیں کہ پاکستانی زمینیں خراجی قرار دی جائیں تو ان کے لیے اس سے مفر نہ ہوگا کہ وہ حکومت کو عشر اور خراج کا مجموعہ ادا کریں چاہے رعایتی مجموعہ یا وہ مجموعہ جو حضرت عمر بن عبدالعزیز نومسلموں سے وصول فرمایا کرتے تھے پس عشر سے بچنے کے لیے اسلامی قوانین کے اندر رہتے ہوئے کوئی حیلہ کارگر نہ ہوگا۔

## عمر بن عبدالعزیزؒ کے دَور میں عشر

جو روایات عبدالرزاق اور ابوبکر بن ابی شیبہ کی کتابوں میں درج ہیں ان کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں ہر قسم کی زرعی پیداوار کا عشر لیا جاتا تھا اور کسی بھی شئے کو استثناء حاصل نہ تھی۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے اسی عنوان سے ایک خاص باب باندھا ہے کہ ہر وہ چیز جو زمین سے نکلتی ہے اس سے زکوٰۃ لی جائے گی اس میں قلیل وکثیر کی کوئی قید ہے نہ سبزی وغیرہ کا استثناء۔ حیران کُن بات ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اس سرکاری پالیسی پر کسی نے اعتراض نہ کیا بلکہ ان کے اس طریقۂ کار کو سب لوگوں نے بدل وجان قبول کیا آپ کے عدل وانصاف اور اسلامی طرز پر حکومت چلانے کی وجہ سے ان کے مخالفین تک ان سے مطمئن رہے خوارج نے بھی نسبتاً خاموشی اختیار کیے رکھی۔ اور اہل تشیع بھی ان سے راضی رہے حتیٰ کہ آپ کی تین سالہ حکومت میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ عشر وزکوٰۃ لینے والا

ڈھونڈے سے نہ ملتا۔

## بنو عباس کے دور میں عشر

بنو عباس کے دور میں قاضی ابو یوسف کے وقت سے حنفی فقہ کو بالادستی حاصل رہی۔ عشر بھی حنفی اصول کے تحت وصول کیا جاتا رہا۔ شبلی المامون میں لکھتے ہیں :۔ مامون نے خراج زکوٰۃ جزیہ (لگان ٹیکس) کا کوئی الگ سے قانون نہیں بنایا تھا........ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے دور میں جو معمول رہا۔ مامون کی خلافت میں بھی قریب قریب انہی کی پیروی کی جاتی رہی ...... عشری زمین میں امام محمدؒ اور سفیان ثوریؒ کی اس عام تجویز کیمطابق عمل کیا جاتا یعنی زمین اگر ذمی کے قبضہ میں ہو تو اس سے وہ عشر لیا جائے گا جو حضرت عمرؓ قوم نبطؔ سے لیا کرتے تھے [۲]

امام مالکؒ ذمیوں کے بارے میں قدرے سخت موقف رکھتے تھے تاہم اس حالت میں ذمی چاہے کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں کوئی عشری زمین خرید لے تو بھی اس کا وہی حکم ہے جو امام محمدؒ سے منقول ہے۔ عباسی دور کے متعلق عبدالرزاق کانپوری خراج اور زکوٰۃ کا تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

...... مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی یہ ان پر ایک بھاری ٹیکس تھا جس سے کوئی آمدنی مستثنیٰ نہ تھی۔ اونٹ بھیڑ بکریاں، زیورات، زراعت، باغات سب پر سے زکوٰۃ کاٹی جاتی تھی اور خدا کی راہ میں

---

[۱] نبطی قوم مصر میں رہتی تھی اس سے ثابت ہوا کہ مصر میں کافی اراضی عشری قرار دے دی گئیں حتیٰ کہ نبطی قوم بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھی پس یہ کہنا کہ مصر کی تمام اراضی خراجی ہے، غلط ہے۔

[۲] ازالۃ الخفاء جلد دوم صـ۱۳۲ ۔

غریبوں اور مسافروں پر خرچ ہوتی تھی۔ یہ آمدنی فرمانرواؤں پر حرام تھی"[1]
مذکورہ بیانات سے واضح ہو گیا کہ بنو عباس کے دور میں بھی ہر اُس زرعی پیداوار بشمول میوہ جات و سبزیات عشر لیا جاتا تھا جسے ناپا یا تولا جا سکتا ہو اور ذخیرہ کرنا ممکن ہو۔

## عشر فاطمین کے دور میں

مصر میں فاطمین کی حکومت قائم ہوگئی تو انہوں نے مروجہ زکوٰۃ کے علاوہ خمس (یعنی عشر کا دُگنا) کے نام سے ایک نیا ٹیکس عائد کر دیا۔ اس کے باوجود زکوٰۃ اور زکوٰۃ الفطر بھی وصول کی جاتی تھی۔ مشہور شیعہ محقق ڈاکٹر زاہد "تاریخ مصر" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :۔

"عام طور پر خمس مال غنیمت پر لیا جاتا ہے لیکن اسماعیلی ہر مال پر، چاہے وہ غنیمت کا ہو یا کسبی، زیادہ تر خمس ہی وصول کرتے تھے پھر اس کی زکوٰۃ بھی لیتے تھے۔[2]

ایک اور نیا ٹیکس جو ڈاکٹر موصوف کی تحقیق کے مطابق فاطمیوں نے عائد کیا وہ "نجوی" تھا جو امام کے حضور باریاب ہونے پر ہر مرید سے لیا جاتا تھا[3]

۳۹۸ھ میں دریائے نیل میں پانی کی آمد اور بہاؤ بہت کم ہو گیا جس سے غلہ اور دوسری اجناس کے نرخ بڑھ گئے قحط کی مصیبتوں میں طاعون نے اور اضافہ کر دیا اس لیے بہت سارے محاصل معاف کر دیے گئے۔ ۴۰۲ھ میں خمس، فطرہ، زکوٰۃ

---

[1] عبدالرزاق کانپوری : البرامکہ : ۱۸۷ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء۔

[2] " " " ۱۰۰، ۲۰۰ ط . طبع نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۷۵ء۔

اور" نجوی" وغیرہ سب اٹھا لیے گئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دولت فاطمیہ میں اہل تشیع کے مقابلے میں اہل سُنت کی اکثریت تھی ان رعایتی احکام کو ۱۳ ربیع الاول ۳۰۳ھ میں منسوخ کر دیا گیا۔ بہرحال یہ بات خوش آئند ہے کہ ان کی رعیت میں رہنے والے سنیوں نے ان کے عائد کردہ مالی نظام کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور واجبات ادا کرنے میں مکمل تعاون کا ثبوت دیا۔

اسلامی تاریخ میں شیعوں کی حکومتیں جا بجا کئی بار قائم ہوتی رہیں لیکن کہیں سے ثابت نہیں کہ اِن حکومتوں نے عشر وصول نہ کیا ہو۔ گو فاطمیین عشر و زکوٰۃ کے ساتھ خمس اور فطرانہ بھی سرکاری طور پر وصول کرتے تھے۔

آجکل معدود سے چند لوگ ایک مخصوص فرقہ کی آڑ میں افتراق پھیلانے کے لیے عشر کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان بے سروپا باتوں کی تاریخی طور پر کوئی سند نہیں۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور بعد کے شیعہ حکام چاہے ان کا تعلق اثنا عشریہ، زیدیہ، فاطمیین، یا جس بھی طبقے سے تھا، باقاعدہ عشر لیا کرتے تھے، اور مسلمانوں کے دوسرے فرقے خصوصاً اہلسنت والجماعت اور اہل حدیث وغیرہ سب نے انکو باقاعدہ عشر ادا کیا۔

ڈاکٹر زاہد علی جو مشہور شیعہ فرقے "بوہرہ" سے تعلق رکھتے ہیں فاطمیین کے غیر شرعی محاصل کے سلسلے میں لکھتے ہیں:-

......... ہلالی محصول جن کے مختلف طریقے رفتہ رفتہ ظالم حاکموں نے نکالے شریعت میں ان کا کوئی حوالہ نہیں۔ مصر میں سب سے پہلا شخص احمد بن محمد بن مدبر ہے جو ۲۵۰ھ میں ہراج کا والی تھا۔

اسی نے سب سے پہلے ہلالی کے نئے نئے ذرائع پیدا کئے۔ اس نے گھاس پر بھی محصول لگا دیا اور اس کا نام مرعی رکھا۔ نیز دریا سے نکلنے والی چیزوں پر جو محصول عائد کیا۔ وہ مصائد کہلایا ...... لیکن احمد بن طولون نے اس آمدنی کو جو تقریباً ایک لاکھ دینار سالانہ بنتی تھی یک قلم موقوف کر دیا۔

دولت فاطمیہ کے زوال کے زمانے میں اس قسم کے محصول پھر شروع کر دیے گئے ...... سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے زریں عہد میں انہیں ایک بار پھر موقوف کر دیا۔"[۱]

**بصرہ** بصرہ اور دوسرے مقامات سے عشر کی وصولی کے طریقہ کار کے بارے میں الماوردی لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک بصرہ کے پھلوں کا تعلق ہے۔ وہاں انگوروں کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ ایسا انگوروں کی مقدار کے مطابق عشر کا اندازہ لگانے کے لیے کیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ کھجور وہاں بکثرت ہوتی ہے۔ اور اس کا اندازہ لگانے میں بھی دقت ہوتی ہے۔ اس لیے کھجوروں کے تخمینہ کا بصرہ میں رواج نہ تھا۔ دوسرے بصرہ کے دستور کے مطابق راہگیروں کے کھجوریں کھانے پر بھی پابندی نہ تھی۔ یہ بھی رواج تھا کہ جو پھل خود بخود گر پڑتے ان کا بڑا حصہ جمعہ اور منگل کے روز

---

[۱] ڈاکٹر زاہد علی: تاریخ فاطمیینِ مصر: ۲: ۱۳۷ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء

اہل صدقات کو دے دیا جاتا اس کے علاوہ جو پھل پکنے کے لیے بصرہ کے چوک میں لانے جاتے ان کا عشر لیا جاتا۔ چونکہ بصرہ کے رسم و رواج دوسرے علاقوں سے مختلف تھے۔ اس لیے وصولی عشر کا طریقہ بھی خود بخود مختلف ہو گیا تھا۔ ورنہ عام طور پر انگوروں اور کھجوروں کا تخمینہ اسی وقت کر لیا جاتا ہے۔ جب وہ پک کر تیار ہو جاتے ہیں تو تخمینے کے بعد انہیں منقی اور خشک کھجور بننے تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔" [1]

**یمن میں عشر** حضرت عمر بن شعیب کے بیان کے مطابق حضرت معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر حضرت عمرؓ کے زمانہ تک یمن میں رہے اور عشر وصول کرتے رہے حضرت معاذؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پاس عشر و زکوٰۃ کا ایک تہائی حصّہ بھیجا تو امیر المومنینؓ نے باز پُرس کی کہ میں نے تمہیں ٹیکس اور جزیہ بٹورنے نہیں بھیجا۔ بلکہ اس مقصد پر مامور کیا ہے کہ تم دولت مندوں سے وصول کر کے محتاجوں میں تقسیم کر دو۔ حضرت معاذؓ کا جواب تھا کہ اس نے کوئی ایسی چیز نہیں بھیجی جس کا کوئی مستحق یہاں (یمن) موجود ہو۔ اگلے سال حضرت معاذؓ نے پہلے سے آدھی زکوٰۃ بھیجی تو پھر وہی سوال وجواب ہوئے۔ تیسرے سال حضرت معاذؓ نے تمام زکوٰۃ ان کے پاس بھیج دی۔ اور وہی بات جواز میں کہہ دی کہ مجھے یہاں عشر و زکوٰۃ کا لینے والا کوئی نظر نہیں آیا۔ [2]...... بعد کے زمانہ میں یمن میں زیدیوں کی اکثریت رہی۔ اس لیے انہیں کی فقہ کے مطابق عشر

---

[1] الماوردی: الاحکام السلطانیہ: ۱۱۰ و ۱۱۸ مطبوعہ مصطفٰے البابی الحلبی مصر ۱۹۶۶ء

[2] ابو عبید: کتاب الاموال: ۷۱۰ مطبوعہ دار الفکر قاہرہ ۱۹۷۵ء معہ تحقیق خلیل ہراس۔

لیا جاتا رہا۔ یہاں حضرت علیؓ کے بعد شیعوں کی اکثریت رہی فاطمین کی دعوت بھی پھلی پھولی چونکہ زیدی فقہ اور حنفی فقہ میں کچھ مماثلتیں ہیں۔ اس لیے سُنّی شیعہ سب بخوشی حکومت کو عشر ادا کرتے رہے۔

## اندلس میں عشر

مسلمانوں نے سپین اور فرانس کے کچھ حصّہ پر تقریباً آٹھ سَو سال سے زیادہ حکومت کی اور یورپ کو علم و سائنس سے آشنا کیا۔ ان کی کھودی ہُوئی نہروں سے سپین کے لوگ آج بھی بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی خلافت ہسپانیہ کے نظام مالیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"بیت المال کے اہم ذرائع آمدنی خراج جزیہ زکوٰۃ فی مال غنیمت اور عشر تھے۔" [1]

چونکہ اندلس (سپین پرتگال اور فرانس کا کچھ حصّہ) میں خراجی عشری دونوں قسم کی زمینیں تھیں۔ دوسرے اس ملک میں قدرتی دریاؤں چشموں اور ندیوں کی بھی اکثریت تھی۔ پھر مسلمانوں نے بھی بڑے پیمانے پر اسے ترقی دی۔ جیسا کہ برٹرینڈرسل کے بیان سے ظاہر ہے [2]

عشری پانی کی بہتات کا ثبوت یاقوت الحموی کے اس حوالے سے ہوتا ہے۔ وہ اندلس کے تحت لکھتے ہیں۔

"تغلب علیه المیاه الجاریة والشجرة والثمرة

---

[1] مفتی انتظام اللہ شہابی؛ خلافت ہسپانیہ : ۱۴۰ ؛ ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۹ء

[2] To this day Spanish agricultural Profits by Arab Irrigation Works Bertrand Russel, *A History of Western Philosophy*, 423, USA, 1967.

و الرخص و السعة فی الاموال [1]

اس ضمن میں عشر کی تفصیلات کے بیان کی اس لیے ضرورت نہیں کہ جس دور میں وہاں مالکی فقہ کا زور تھا عشر اسی کے مطابق وصول کیا جاتا تھا اور جب ظاہریوں کو عروج ہوا تو داؤد ظاہری کے متعلد ہر قسم کی پیداوار حتیٰ کہ گھاس پھوس پر بھی عشر لگاتے رہے۔

## خلافت عثمانیہ کے دور میں عشر

عثمانی ترکوں نے اپنی حکومت میں فقہ حنفی نافذ کر رکھی تھی اس لیے اسی کے مطابق عشر وصول کیا جاتا تھا۔ علیگڑھ کے پروفیسر محمّد عزیز لکھتے ہیں :-

سلطنت کے مرکزی حصہ کی زمینیں تین قسم پر تھیں :-

۱۔ ارضِ عشریہ ۔

۲۔ ارضِ خراجیہ ۔

۳۔ ارضِ مملکت ۔

ارضِ عشریہ فتح کے بعد مسلمانوں کو اس شرط پر دی گئی تھی کہ وہ حکومت کو عشر ادا کرتے رہیں گے اور ارضِ خراجیہ اس شرط پر عیسائیوں کی ملکیت میں دے دی گئی کہ یا تو وہ زمین کے معاوضے میں ایک معین رقم حکومت کو دیتے رہا کریں گے۔ یا پیداوار کا ایک حصہ دیں جس کی مقدار زمین کی نوعیت کے لحاظ

---

[1] یاقوت الحموی :

معجم البلدان، ۳ : ۲۶۶ طبع بیروت

سے عشر سے نصف تک بنتی ہو۔[۱]

ارضِ مملکت میں وہ زمینیں شامل تھیں جو کسی کو بطورِ ملک نہیں دی گئی تھیں بلکہ ان کا مالک خود سلطان تھا لیکن وہ ان سے صرف جزوًا منتفع ہوتا۔ کیونکہ بڑا حصّہ مسجدوں پہ وقف کر دیا گیا تھا........ شام، مسوپوٹیمیا اور مصر قدیم انتظامات کے ماتحت تھے اور زیادہ تر خراجیہ تھے۔ عرب اور بصرہ کی زمینیں تقریبًا تمام تر عشری تھیں۔[۲]

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ تاریخی بات یہ ہے کہ بنی تغلب تھے تو عرب لیکن عیسائی ہو گئے تھے انہوں نے جزیہ دینے میں اپنی ہتک محسوس کی اور دُگنا عشر دینا منظور کیا وہ زکوٰۃ، عشر، خمس وغیرہ پر ٹیکس مسلمانوں سے دُگنا دیتے تھے لیکن جزیہ دینے پر راضی نہ تھے۔

یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ جزیہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے اور خراج اجتہاد سے۔ پس عشر بھی چونکہ قرآن سے ثابت ہے اس لیے مسلمان کی زمین پر عشر کسی حال میں بھی معطل نہیں ہو سکتا وہ خراج دے یا نہ دے عشر بہرحال اسے دینا ہو گا۔ حنفیہ جب کہتے ہیں کہ خراجی زمین ہو تو مسلمان صرف خراج دے گا تو وہ دراصل خراج کے نام سے مسلمانوں سے دُگنا یا تین گنا عشر وصول کرتے ہیں جیسا کہ بنی تغلب سے دُگنا عشر لیا جاتا تھا اگرچہ ان کا دِل رکھنے کے لیے اسے صدقہ یا عشر کا نام دیا جاتا تھا۔ حالانکہ اس سے کسی کو انکار نہیں کہ وہ تھا دراصل جزیہ

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ عشر سے پانچ گنا تک (خراج)..... کم سے کم عشر اور زیادہ سے زیادہ عشر کا پانچ گنا۔

[۲] پروفیسر محمد عزیز، دولت عثمانیہ: ۲: ۳۸۸: اعظم گڑھ ۱۹۴۳ء

اور خراج ہی کیونکہ غیر مسلم سے صدقہ لینے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ خراج کے نام سے دُگنا عشر لینے کا مقصد یہ تھا کہ مُسلمان خراجی زمینیں نہ خریدیں۔

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان خراجی زمینیں خریدیں گے تو ان سے خراج ساقط ہو جائے گا اور عشر عائد ہو جائے گا چونکہ عشر کی مقدار خراج سے ہر حال میں کم ہوتی ہے پس بیت المال کو نقصان پہنچے گا اسی وجہ سے صحابہ کرام اس بات کو مکروہ جانتے تھے کہ خراجی زمینیں مسلمان کاشت کریں ابن قیمؒ کی تحقیق کے مطابق اسلام کی حالت میں عشر اور خراج جمع نہ کیے جائیں جیسا کہ حالتِ کفر میں یہ جمع نہیں کیے جاتے تھے بلکہ اسلام لانے سے جب جزیہ ختم کر دیا جاتا ہے جس کی حیثیت خراج کی ہے تو اسی طرح خراج بھی ساقط ہو جائے گا۔ جو ان کی زمین کا جزیہ ہے۔[۱]

## ہندوستان میں عشر

جہاں تک ہندوستان کی اراضی کا تعلق ہے تو یہاں کی تمام زمینیں ایک حکم میں داخل نہیں۔ مسلمانوں کی مملوکہ عشری ہیں اور کسی طرح کی مالگزاری سے ان پر سے عشر ساقط نہ ہوگا۔ اگر کوئی زمین جنگلی، سرکاری ہو اور حکومت کسی مُسلمان کو ہبہ کر دے تو اس پر عشر لازم آئے گا۔ اسی طرح کی زمینوں کے بارے میں "ردالمختار" کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی کافر سے زمین خرید کرے تو اس پر سے خراج وصول کیا جائے گا۔ اگر سرکاری زمین کچھ عرصہ کے لیے کاشت کے واسطے لے لی جائے تو عشر خارج میں لازم آئے گا یعنی جب تک وہ زمین

---

[۱] ابن قیم: احکام اہل الذمہ ۱ : ۱۰۳ مطبوعہ دمشق ۱۹۶۱ء

مسلمان کے زیر کاشت رہے گی۔ مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند نے درمختار کے حوالے سے یہی فتوے دیا ہے [۱]

یہ تو ہوا ان زمینوں کا حال جہاں کفار کی کثرت تھی یعنی صوبہ متحدہ آگرہ اودھ وغیرہ لیکن جہاں تک لاہور سے افغانستان اور جنوب میں ملتان سے سندھ تک کے علاقوں کا تعلق ہے تو یہ اراضی مسلمانوں کی ملک تھیں۔ قطب الدین ایبک سے پہلے اور بعد میں نیز مغلیہ سلطنت کے دور میں اور اس کے بعد بھی مسلمانوں کے ہی قبضہ میں رہیں اس لیے عشری قرار دی جاتی رہیں۔ پنجاب اور سرحد کے تمام نیک دل اور نمازی مسلمان پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں بھی ان اراضی کا عشر ادا کرتے رہے۔ سید احمد بریلوی اور مولانا اسماعیل شہید نے جب سرحد پر غلبہ کے بعد عشر لینا شروع کیا تو کسی افغانی یا ہندوستانی اور عامی یا عالم نے یہ موقف اختیار نہیں کیا کہ سرحد کی اراضی عشری نہیں ہیں۔ گویا اس پر سب کا اجماع ہے اب ہم اس ضمن میں ہندوستان کی اراضی کا خاص طور پر ذکر کریں گے۔ خلافتِ راشدہ اور اسکے بعد مسلمان خلفاء نے ہندوستان پر کئی بار حملے کیے۔ یہاں اسلام کی تبلیغ بھی ہوتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن قاسم کو اپنے حملے میں فتح حاصل کرنے کے لیے زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ اس زمانے میں سندھ میں بدھ مت کے لوگوں کی اکثریت تھی۔ جو ہندوؤں کی طرح متعصب نہیں ہوتے دوسرے محمد بن قاسم کے حملہ سے پہلے بھی یہاں مسلمان موجود تھے۔ حجاج بن یوسف نے یہ بھی اعلان کروا دیا کہ جو اسلام لے آئے اس سے محض عشر

---

[۱] مفتی محمد شفیع: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱: ۵۲۴ تا ۵۵۴ مطبوعہ کراچی۔

لیا جائے گا۔ حجاج کے محمد بن قاسم کے نام خط کے الفاظ اس طرح سے ہیں:-

"........ جو کوئی اسلام قبول کرے اس سے صرف عشر لیا جائے گا جو اپنے آبائی مذہب پر رہے اس کی زرعی اور دوسری آمدنی سے ملک کے قانون کے مطابق دیوانی محصول لیا جائے اور اسے جزیہ کہا جائے گا" ؎۱

قدوسی لکھتے ہیں۔ کہ

"عمر بن عبدالعزیز نے سندھ کے حکمرانوں اور زمینداروں کے نام خطوط لکھ کر انہیں اسلام کی دعوت دی اور لکھا کہ اگر تم اسلام قبول کر لو تو تمہاری ریاستیں اور زمینیں بدستور تمہارے قبضے میں رہیں گی اور تمہیں بھائیوں کی طرح سمجھا جائے گا۔ تمہارے بھی وہی حقوق و فرائض ہوں گے جو مسلمانوں کے ہیں" ؎۲

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اپنی مشہور تاریخی کتاب میں لکھتے ہیں: کہ

"محمد بن قاسم نے ان تمام لوگوں کی زمینوں کو عشری قرار دے دیا جو فتح کے بعد اسلام لائے۔ اس کی پیروی کرتے ہوئے قطب الدین ایبک نے یہ حکم نامہ صادر کیا کہ مسلمانوں کی تمام اراضی عشری شمار کی جائیں اور ان سے صرف عشر یا ........ نصف عشر لیا جائے۔ یہ حکم نامہ غالباً لاہور کے علاقہ کے لیے تھا۔ اگرچہ اغلب یہی ہے کہ یہ پنجاب

---

؎۱ اعجاز الحق قدوسی: تاریخ سندھ: ۱: ۲۰۲: مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ گلبرگ بحوالہ چچ نامہ فارسی ص ۲۱۹

؎۲ ایضاً: ۱: ۲۳۸

کے ان تمام علاقوں کے لیے بھی تھا جو محمود غزنوی نے فتح کیے تھے۔
مسلمانوں کی اراضی بعد کے سلاطین کے دور میں بھی عشری ہی رہیں۔
سلطان فیروز شاہ خاص طور سے عشر کا ذکر کرتا ہے۔ اس کے فقہاء کا
عشری اراضی کے بارے میں فیصلہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔
تحفۃ الکرام میں لکھا ہے:

"فقہاء نے خاص خاص علاقوں کو عشری قرار دیا" مذکورہ بالا بیانات ڈاکٹر
اشتیاق حسین قریشی کی مندرجہ ذیل انگریزی کتاب سے لیے گئے ہیں[1]

معلوم ہوتا ہے جس طرح بعض اموی حکمران نومسلموں سے شروع میں جزیہ لیتے
رہے اسی طرح ہندوستان میں بھی بعض حکمرانوں نے نومسلموں سے عشر کی بجائے خراج
لیا لیکن سلطان قطب الدین ایبک نے مسلمانوں کی زمینوں سے خراج لینے کے طریقے
کو ختم کر کے عشر لینے کے اسلامی دستور کو سختی سے رائج کیا۔ سلطان کا فتویٰ یہ تھا
کہ مسلمانوں پر خراج نہیں ہے جیسا کہ قریشی صاحب نے اپنی کتاب میں اس کا
تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[2]

ڈاکٹر صاحب موصوف نے فقہ فیروز شاہی (۱۴۴) کے حوالے سے یہ بھی
لکھا ہے کہ

"امام مالکؒ کے نزدیک جو مسلمان خراجی زمین خریدے گا وہ خود
بخود عشری ہو جائے گی ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کافی علاقے فتح

---

[1] I.H Qureshi, *The Administration of the Sultanate of Delhi*, 101, Karachi, 1958, Pakistan Historical Society.

[2] CITED, pp. 113.

کے بعد خریداری ہی سے مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ اب کسی متشدد ملا کا یہ فتویٰ دینا کہ سوائے جزیرۃ العرب کے تمام علاقوں کی اراضی خراجی ہیں بڑی مضحکہ خیز تحقیق ہوگی ایک اور مقام پر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تمام مسلمان حکومتوں کے ہاں کی زرعی زمینوں کو تین اقسام پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عشری ۲۔ خراجی ۳۔ صُلحی

ان کی رائے میں جنگ سے حاصل کردہ زمینیں جو مسلمانوں میں تقسیم کی گئیں وہ تو عشری قرار پائیں اور وہ بھی جنہیں مسلمانوں نے باغات میں تبدیل کر لیا اس طریقہ کار اور بادشاہوں کے شوقِ باغات نے ہندوستان میں باغوں کی کثرت کر دی۔

ابوظفر ندوی لکھتے ہیں۔ " اسلامی سلاطین میں احمد شاہ اول پہلا شخص ہے جس کی ایک تدبیر سے زراعت کو بہت ترقی ہوئی یعنی ہر سپاہی کو تنخواہ کا نصف تو نقد دے دیا جاتا اور نصف میں زمین عطا کر دی جاتی۔ تاکہ اس کے اہل و عیال اور متعلقین کاشت کر سکیں۔ یہ زمین ان کے لیے موروثی ہوتی جس سے عشر لیا جاتا حتیٰ کہ فوجی اگر ہندو بھی ہوتا تب بھی اس زمین سے عشر ہی لیا جاتا" [۱]

مغل حکمرانوں خصوصاً اکبر اعظم کے بارے میں "آئین اکبری" میں ابوالفضل لکھتا ہے۔

" جو شخص خراجی زمین پر کاشت نہ کرے بلکہ اسے بطور چراگاہ استعمال کرے تو ہر بھینسے کے عوض چھ دام اور ہر بیل کے عوض تین دام جمع

---

۱؎ ابوظفر ندوی: گجرات کی مدنی تاریخ: ۹۳ مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۲ء

کیے جائیں گے۔"[1]

گویا عہد مغلیہ میں بھی مسلمانوں کے پاس عشری اراضی تھیں اور ان سے عشر لیا جاتا تھا۔

**توران وایران میں عشر**

ہمایوں اور اکبر کے زمانے میں ایران میں شیعوں کی حکومت تھی اور وہاں عشر کا جو طریقہ رائج تھا وہی بعد میں بھی جاری رہا۔ ابوالفضل کا بیان اس سلسلے میں مستند ہے وہ لکھتے ہیں :۔

"توران اور ایران میں عرصے سے پیداوار کا دسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا........ مذہب اسلام نے مقبوضہ زمینوں کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے۔ عشری، خراجی، صُلحی۔ اوّل دو قسمیں پانچ پانچ اور تیسری دو شعبوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جہاں تک عشری زمین کا تعلق ہے اس کی تقسیم اس طرح ہے :۔

۱۔ زمین تہامہ۔

۲۔ وہ زمین جس کے مالک بخوشی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

۳۔ وہ زمین جو فتح کے بعد مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئی۔

۴۔ وہ زمین جس پر کسی مسلم نے مسجد تعمیر کی، باغ لگایا یا انگوروں کی تتی بنائی یا بارش کے پانی سے اسے سیراب کیا۔

۵۔ غیر مزروعہ زمین جو مالک کے حکم سے جوتی گئی......[2]

---

[1] ابوالفضل، آئین اکبری مترجم ۲: ۵۸۵ مطبوعہ سنگ میل لاہور

[2] ایضاً صفحہ ۵۹۹ و ۶۰۰

• راقم الحروف کہتا ہے کہ پہلی چار اقسام تو وہی ہیں جو تقریباً ہر کتاب میں ملتی ہیں لیکن پانچویں قسم جسے اکبری دور میں عشری قرار دیا گیا، کا کسی اور نے ذکر نہیں کیا۔

عشری زمینوں کے بارے میں مشہور سندھی عالم (من اعیان علماء القرن العاشر الھجری) نے اپنی فقہ کی کتاب میں شرح مؤلفہ حسام کے حوالے سے ایک چھٹی قسم کا بھی ذکر کیا ہے جس کا ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں بھی تذکرہ کیا ہے۔

"جو مسلمان اپنے گھر کے احاطے میں باغ لگالے گا اور اسے عشری پانی سے سیراب کرے گا تو وہ زمین اگر پہلے سے عشری نہ تھی تو اب عشری ہو جائے گی"۔[۱]

# اجمیر کے علاقہ میں عشر کا عہد مغلیہ میں نفاذ

دور مغلیہ میں شاہجہان کے وقت تک آگرہ دارالخلافہ رہا۔ اور آگرہ و اجمیر کے علاقوں میں مسلمان بہت قلیل تعداد میں تھے اس لیے عشری زمینیں بھی کم تھیں لیکن جتنی تھیں ان سے بہرحال عشر وصول کیا جاتا اگرچہ خراج کی مقدار عشر سے ہر جگہ کافی زیادہ ہوا کرتی تھی لیکن یہاں اس کی مقدار عشر سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ عشر کی مقدار تو مقرر تھی لیکن خراج کم یا زیادہ ہوتا رہتا جیسا کہ

---

[۱] امام المخدوم محمد جعفر بن علامہ عبدالکریم البوکانی السندھی، المتانۃ فی المرمۃ عن الخزانۃ (فتویٰ البوکانی): ۳۳۵ مطبوعہ سندھ بورڈ کراچی ۱۹۶۲ء

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی آئینِ اکبری کے حوالے سے تذکرہ کرتے ہیں لے

**خان اور عشر**

جیسا کہ بار بار ذکر ہو چکا ہے محمد بن قاسم سندھ اور ملتان، قطب الدین ایبک لاہور اور سلاطینِ غزنوی ہند کے باقی علاقوں سے عشر وصول کرتے رہے ان حکومتوں کے بعد کی حکومتیں خانوں سے بھی عشر وصول کیا کرتی تھیں۔ جب انگریزوں کا دور آیا تو لوگ علماء کو عشر دینے لگے۔ اسی رقم سے دینی مدارس میں خوراک وغیرہ کا انتظام بھی چلتا رہا۔ پاکستان بننے کے بعد سرحد اور پنجاب میں تو دینی طالب علموں کے خرچ خوراک وغیرہ کا انتظام عشر و زکوٰۃ ہی سے ہوتا ہے۔

سید احمد شہید بریلوی اور اسمٰعیل شہید کی اسلامی حکومتیں بھی شرعی طریقہ پر گامزن رہیں اور کسی نے یہ اعتراض نہ کیا کہ ہماری اراضی تو خراجی ہیں نیز شاہ اسماعیل تو خانوادۂ ولی اللہی کے فرزند تھے انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ علاقے امام الہندؒ کے نزدیک اگر خراجی ہوتے تو وہ خراج ادا کرنے کے لیے کہتے اس طرح زیادہ رقم وصول ہوتی۔ دوسرے خرچ کے سلسلہ میں بھی وہ ان قیود سے آزاد ٹھہرتے جو عشر کے بارے میں شریعت طے کرتی ہے۔

مولانا غلام رسول مہر نے سید احمد شہید کی سوانح میں باقاعدہ ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے "سمہ میں انتظام عشر" جس کے مطالعہ سے یہ غلط فہمی رفع ہو جاتی ہے کہ پاکستان کی اراضی خراجی ہیں۔ جب ملاؤں نے اس سلسلہ میں کچھ قیل و قال شروع کی تو مولانا اسماعیل اور قاضی حبان نے ایسے ملاؤں اور عالموں

---

لے I.H. Qureshi, *The Administration of the Mughal Empire*, Universit Karachi, 1966.

کو جمع کر کے مفصل گفتگو کی۔ اور مستند حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ عشر صرف امام کا حق ہے۔ وہ بظاہر تو مان گئے لیکن دل سے اس پر راضی نہ ہوئے۔

مولانا غلام رسول مہر مزید لکھتے ہیں کہ میری نظر میں کئی ایسی روایات گزری ہیں کہ مولانا اسماعیل یا قاضی حبان نے عشر وصول کرنے کے بعد بیت المال سے ان مولویوں کے لئے مشاہروں کا انتظام ضرور کیا ہوگا۔ بہرحال اس میں شبہ نہیں کہ سرحد کے ملاؤں اور عالموں کے دلی اختلاف کا اولین سرچشمہ یہی واقعہ بنا۔ کیونکہ عشر کی ساری رقمیں پہلے سربراہ علماء کو ملتی تھیں اور نئے انتظام کی رو سے دراصل زد انہی پر پڑی لیکن مذکورہ بالا بیان سے واضح ہوگیا کہ اس موقعہ پر سرحد میں کسی عامی، پٹھان، ملا، عالم یا خان نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہمارے علاقے کی زمین عشری نہیں خراجی ہے۔ پس افغانوں کی اراضی کے عشری ہونے کا فیصلہ اجماعی ہے[1]۔

## انگریزوں کے "مفتیوں" کا فتویٰ

آج کل پاکستان کے کچھ نیم ملاں اور نیم مسٹر قسم کے خود ساختہ مفتی یہ اعلان کرتے پھر رہے ہیں کہ پاکستان کی اراضی خراجی ہیں جن کی مالک حکومت ہے۔ درحقیقت یہ لوگ انگریزوں کی فکر کے پروردہ ہیں اور کسی نہ کسی بہانے سے نفاذ شریعت کے عمل میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی دلائل و براہین کے ساتھ لکھتے ہیں کہ یہ راگنی انگریزوں کے وقت سے چھیڑی جا رہی ہے۔

---

[1] مولانا غلام رسول مہر، سید احمد شہید، ۲: ۲۱۲ تا ۲۲۰ مطبوعہ کتاب منزل کشمیری بازار لاہور

ان کے الفاظ یہ ہیں :۔

The theory that 'the State was the owner of all land', grew during the period of anarchy and was not only too readily accepted by the British but was almost sponsored by them. (that is Mullas - - - ). 1.

## مسلمان علماء کے فتوے

پاکستان کے تمام قابلِ ذکر علماء ــــــ
بریلوی ، دیوبندی ، اہل حدیث شیعہ ــــــ

سب اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان کی اراضی عشری ہیں - اہل حدیث کے مایہ ناز عالم دین مولانا عطاء اللہ حنیف ، مکتبہ دیوبند کے شہرہ آفاق مفتی محمد شفیعؒ ، بریلوی مکتبۂ فکر کے مشہور مفتی مولانا محمد حسین نعیمی اور صدرِ مؤتمرِ علماء شیعہ مفتی محمد حسینؒ سبھی اس مسئلہ پر متفق ہیں . مفتی محمد شفیع نے تو اپنی کتاب " اسلام کا نظامِ اراضی " میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے لیکن اُن کی کتاب سے اقتباس دینے سے پہلے ہم سرحد کے ایک معروف سیاستدان کے اشکال کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں - گو انہوں نے بالصراحت سرحد کی زمینوں کے خراجی ہونے کے بارے میں کچھ نہیں کہا - البتہ فقہ اسلامی میں یہ نئی بات ضرور داخل کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو حکومت تنخواہ دار فوج رکھے اُسے عشر لینے کا کوئی حق نہیں حالانکہ خلفائے راشدین کے دور میں فوجیوں کو باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھیں - ڈاکٹر حسن ابراہیم مصری وغیرہ لکھتے ہیں کہ فوجیوں کی تنخواہیں ہزاروں درہم سے متجاوز تھیں حضرت امیر معاویہؓ کی فوج ساٹھ ہزار پر مشتمل تھی اور اُس پر چھ کروڑ درہم سالانہ خرچ

---

ے 1. I.H. Qureshi, *The Administration of the Mughal Empire*, University of Karachi, 1966.

ہوتا تھا ؎۱

اس طرح کی علمی افراتفری کا علاج وہی ہے جو مولانا شبلی نعمانی نے اپنے دَور کے لیے تجویز کیا تھا۔

"اس طریقے کے لئے ضروری ہے کہ عام اجازت نہ ہو بلکہ خاص خاص لوگ افتاء کے لئے نامزد کے جائیں تاکہ ہر کس وناکس غلط مسائل کی ترویج نہ کر سکے۔ حضرت عمرؓ نے اس تخصیص کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ جن لوگوں کو انھوں نے فتوی کی اجازت دی مثلاً حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ ........ ان کے علاوہ اور لوگ فتوی دینے کے مجاز نہ تھے ........

تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں کہ جن لوگوں کو فتوی کی اجازت نہ تھی انھوں نے فتوے دیے تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کر دیا۔ بلکہ یہاں تک احتیاط تھی کہ مقرر شدہ مفتیوں کی بھی جانچ کرتے رہتے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے بارہا پوچھا کہ تم نے اس مسئلہ میں کیا فتوی دیا؟ جب انھوں نے اپنا جواب بیان کیا تو فرمایا کہ اگر تم اس مسئلہ کا کچھ اور جواب دیتے تو آئندہ تم کبھی فتوے دینے کے مجاز نہ رہتے" ؎۲

ہمارے ہاں اس بحث میں جناب مفتی شفیع صاحب کو خواہ مخواہ متنازع بنایا جا رہا ہے۔ لیکن ہم ان کی کتاب سے ایک ایسا اقتباس پیش کرینگے

---

؎۱ ڈاکٹر حسن ابراہیم پروفیسر تاریخ الاسلام قاہرہ یونیورسٹی: النظم الاسلامیہ، ترجمہ بنام مسلمانوں کا نظم مملکت اُردو، ۲۷۶ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۹ء

؎۲ شبلی نعمانی، الفاروق: ۲ ، ۱۶۱ ، مطبوعہ دہلی قبل ۱۹۲۶ء

جس سے اُن پر یہ اتہام دُھل جائے گا۔ جناب مفتی صاحب مولانا تھانیسری وغیرہم کی تحقیقات پر بحث کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچتے ہیں وہ درج ذیل ہے :۔

"جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کا دور آیا تو انھوں نے اُن راجاؤں کے نام خطوط لکھے جنھیں اسلام کی دعوت دی گئی تھی اور اُنھوں نے اطاعت کی تھی۔ راجہ داہر کا بیٹا جیسیہ اس غائبانہ دعوت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام قبول کر لیا اس طرح دوسرے راجہ بھی مسلمان ہو گئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اُنھیں راجاؤں کو ان کی ریاستوں کا حاکم مقرر کر کے اُن تمام اراضی پر اُن کی ملکیت برقرار رکھی اور ظاہر ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اُن کی اراضی پر خراج نہیں لگایا جا سکتا تھا بلکہ اب وُہ سب زمینیں عشری ہوں گی"

" اس کے علاوہ اسلامی فتوحات کے بعد جو نئے شہر اور نئی بستیاں باجازتِ حکومتِ اسلامی مسلمانوں نے بسائیں اُن کی زمینوں کے پہلے مالک احیاء اموات کے اصول مندرجہ باب اوّل کی رُو سے یہ مُسلمان ہوئے ......... جو امام اعظمؒ کے نزدیک عشری پانی ہے۔ کما مر عن البدائع والشامی"

" لہٰذا یہ زمینیں سب عشری ہوں گی جیسے ہمارے زمانے میں حکومت پاکستان نے پنجاب میں تھل کا علاقہ، سندھ میں کوٹڑی بیراج کا علاقہ ........ ان کی زمینیں عشری ہی ہو سکتی ہیں" [1]

---

[1] مفتی محمد شفیع: اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند و احکام اراضی پاکستان و ہند: ۱۶۷، ۱۶۸ مطبوعہ کراچی ۱۳۶۷ھ

مفتی محمد شفیع صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں :-

"غیر مسلموں کی متروکہ زمینیں جو حکومت پاکستان نے مسلم مہاجرین میں میں تقسیم کیں قاعدہ مذکورہ سے یہ سب زمینیں عشری ہیں........ اور مسلمانوں کی زمینوں پر عشر ہی لگانا چاہیے۔" [1]

مفتی صاحب نے صفحہ نمبر ۷۰ پر مولانا عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ ہندوستان کی اراضی جو مسلمین کی مملوکہ ہیں وہ عشری ہیں مزید مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ اب مذکورۃ الصدر حکم دارالحرب کو دیکھا جائے گا کہ اس کی اراضی نہ عشری ہیں نہ خراجی۔ اس قانون کی رُو سے خراج کا حکم ہندوستان کی اراضی سے ساقط ہو گیا اس لیے اصل وظیفہ یعنی عشر عَود کر آیا اور جتنی زمینیں مسلمانوں کی مملوکہ ہیں خواہ وہ پہلے عشری تھیں یا خراجی لیکن دارالحرب ہونے کے بعد ان میں سے جو بھی مسلمانوں کی ملک ہیں وہ سب عشری سمجھی جائینگی اور ان پر عشر لازم ہوگا [2]

مذکورہ بالا فیصلہ مفتی صاحب نے ان لوگوں کے جواب میں درج کیا ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انگریزوں کے غلبہ کے بعد ہندوستان کی اراضی نہ عشری ہیں نہ خراجی۔ ان کی کتاب سے ایک اور اقتباس بے جا نہ ہوگا۔

"خلاصہ یہ ہے کہ جس ملک میں مسلمانوں کی اپنی ملکیت میں زمینیں موجود ہوں ان پر احکام شرعیہ ضرور عائد ہونگے۔ اگرچہ اپنی بداعمالیوں کے

---

[1] مفتی محمد شفیع : اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند و احکام اراضی پاکستان و ہند : صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ کراچی ۱۳۶۷ھ

[2] محولہ بالا صفحہ ۱۶۳

نتیجہ میں وہ اسلامی اقتدار سے نکل کر دار حرب بن گیا ہو۔ اس لئے
صحیح صورت ہندوستان کی زمینوں کی وہی ہے جو" امداد الفتاویٰ "
وغیرہ کے حوالہ سے پہلے قائم ہو چکی ہے کہ جن زمینوں کے مالک
مسلمان نسلاً بعد نسل چلے آرہے ہیں اور کسی زمانہ میں ان پر کافروں کی
حکومت کا ثبوت نہیں وہ ابتدا ہی سے مسلمان کی جائز ملکیت قرار
دیکر عشری سمجھی جائیں گی"۔ [1]

درحقیقت پاکستان کی اراضی کو عشری ثابت کرنے کے لئے مفتی شفیع صاحب نے اپنی کتاب کے ساتھ ضمنی کتاب "فتوح الہند" کا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس کے بعد کسی مغرب زدہ "محقق" کا یہ دعویٰ کہ مفتی شفیع صاحب پاکستان کی اراضی کو خراجی قرار دیتے ہیں، افسوسناک ہے اور عوام کو خواہ مخواہ مغالطہ میں مبتلا کرنا ہے۔ اجمیر و بنارس وغیرہ کی فتح تو محمود غزنوی وغیرہ کے زمانہ میں ہوئی تھی"۔ "تاریخ فرشتہ" کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو :-

" درہماں سال (۴۱۵ھ) خمس وعشر والعمائتہ باشد"۔ [2]

حقیقت یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمام اسلامی ممالک میں عشری زمینوں کے رقبہ میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا رہا جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے عشر کے عنوان سے بالتفصیل لکھا ہے۔ [3]

---

[1] محولہ بالا صفحہ ۱۷۷

[2] " " ۲۳۴ تا ۲۳۶

[3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام : لفظ عشر۔ صفحہ ۱۰۱۲۔

یہ نہایت خوش آئند بات ہے کہ عرصہ دراز کے بعد پاکستان میں وصولیٔ عشر کے فریضہ کا آغاز ہو رہا ہے خدا کرے کہ یہ دائمی ثابت ہو اور غریبوں کی معاشی مشکلات حل ہو جائیں۔


جج، منصف، مجسٹریٹ، وکلا، علماء، دینی مدارس اور قانون کے طلبا کیلئے نادر تحفہ

## اسلام کا قانون شہادت

جلد اوّل (حصہ فوجداری)

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی

ڈائریکٹر ریسرچ سیل

حدود و قصاص اور جملہ فوجداری مقدمات میں اسلام کے قانون شہادت کا اجراء کیسے ہوگا؟ اور موجودہ دور میں اس کو کس طرح نافذ کیا جائے گا؟

اعلیٰ جلد، گلیز پیپر، صفحات ۴۷۲، قیمت ۵۵/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاہور